اسلام میں حسن اخلاق کا تصور اور جدید معاشرت میں ضرورت

The Concept of Good Morals in Islam and its Necessity in Modern Society

Habib Ur Rehman
PhD Scholar, Chaudhry Abdul Khaliq Centre for Contemporary Islamic Sciences (CAKCCIS), Department of Islamic Studies, Superior University, Lahore
Email: hafizhabib.pakistan@gmail.com

Muhammad Abrar
PhD Scholar, Chaudhry Abdul Khaliq Centre for Contemporary Islamic Sciences (CAKCCIS), Department of Islamic Studies, Superior University, Lahore
Email: ahqapersonal@gmail.com

Amir Ahmad
PhD Scholar, Chaudhry Abdul Khaliq Centre for Contemporary Islamic Sciences (CAKCCIS), Department of Islamic Studies, Superior University, Lahore
Email: amirghschakno3@gmail.com

Abstract

The message of Islam is not limited to beliefs and acts of worship, but is based on moral reform and character building. The Quran and Sunnah have made good morals an essential part of faith. Modern society, which is suffering from materialism, selfishness, and moral decline, can find renewed guidance from the moral system of Islam. The purpose of this research paper is to present an analytical study of the concept of good morals in Islam, its Quranic and prophetic foundations, and its need and utility in modern society. The study proved that good morals are not only a guarantee of individual well-being but also of collective stability, justice, and human equality. In the modern world, where the moral crisis is increasing, Islamic ethics have the full potential to provide balance, peace, and spiritual peace to humanity.

Keywords: Islam, good morals, Quran and Sunnah, moral system, modern society, character building

تعارف

اسلام ایک ایسا ضابطہ حیات ہے جو انسان کی پوری زندگی کے لیے رہنما اصول فراہم کرتا ہے۔ ان اصولوں میں سب سے نمایاں اصول حسنِ اخلاق ہے۔ حسنِ اخلاق تعمیر شخصیت ومعاشرہ کی خشتِ اول ہے۔ اسلامی تعلیمات کا بنیادی مقصد انسان کو ایک صالح، پر امن اور متوازن زندگی گزارنے کے قابل بنانا ہے۔ حسن اخلاق، اسلام کا وہ پہلو ہے جو انسان کی باطنی اور ظاہری دونوں کیفیتوں کو سنوارتا ہے۔ قرآن مجید نے نبی اکرم ﷺ کے اخلاقِ عظیم کو مثالی نمونہ قرار دیا، اور اس پر عمل کو ایمان کی تکمیل بتایا گیا۔ جدید معاشرہ اگرچہ علمی و سائنسی ترقی میں آگے بڑھ چکا ہے، لیکن اخلاقی و روحانی طور پر پستی کا شکار ہے۔ مادیت، اور خود غرضی نے معاشرتی اقدار کو کمزور کیا ہے۔ ایسے میں اسلام کا اخلاقی نظام ایک جامع فریم ورک فراہم کرتا ہے جو انسان کو توازن اور خیر کے راستے پر لاتا ہے۔

ضرورت واہمیت

جدید معاشرہ بظاہر ترقی یافتہ ہونے کے باوجود کئی اخلاقی بحرانوں کا شکار ہے، جیسے عدم برداشت، معاشرتی افتراق و انتشار، جھوٹ، بددیانتی اور کرپشن، خاندانی نظام کا بگاڑ، سوشل میڈیا پر نفرت انگیزی، مفاد پرستی اور مادہ پرستی وغیرہ۔ ایسے حالات میں اسلامی اخلاقیات کی ضرورت پہلے سے زیادہ محسوس ہوتی ہے، کیونکہ یہ انسان کو صرف قانون کا پابند نہیں بناتیں بلکہ ضمیر اور احساسِ جوابدہی کا پابند بناتی ہیں۔ حسنِ اخلاق فرد ومعاشرہ کی بہتری کا بنیادی ذریعہ ہے اور اس کی کمی معاشرتی زوال کا سبب بنتی ہے۔

اخلاق کی لغوی تعریف

اخلاق بروزن افعال جمع ہے اور اس کا لغوی معنی "عادت، خصلت، طبع اور مروت" کے ہیں۔[1] امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں الخَلق والخُلق فی الاصل واحدٌ کالشَّربِ والشُّربِ والصَّرم والصُّرم لکن خُصَّ الخَلْقُ بالهَيئَاتِ والاَشكَالِ والصُّوَرِ المُدركَةِ بالبَصَرِوخُصَّ الخُلُقِ بالقَوٰى والسَّجَايَابِالبَصِيْرَةِ[2] (خَلق اور خُلق دونوں کا مادہ ایک ہے جیسے شُرب اور شَرب، صَرم اور صُرم، لیکن خلق کا لفظ ان ہیئتوں، شکلوں اور صورتوں کے لیے استعمال ہوتا ہے جس کا ادراک ظاہری آنکھ سے کیا جاتا ہے اور خُلق کا لفظ ان قوتوں اور خصلتوں کے لیے استعمال ہوتا ہے جن کا ادراک باطنی آنکھ سے کیا جاتا ہے۔) اور اللہ رب العزت نے چونکہ نبی اکرم ﷺ کو ظاہری وباطنی حسن کا پیکر تمام بنایا تھا اس لیے امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فَاقَ النَّبِيِّيْنَ فِيْ خَلْقٍ وَّ فِيْ خُلُقٍ وَلَمْ يُدَانُوْهُ فِيْ عِلْمٍ وَّلَا كَرَمٖ

"نبی اکرم ﷺ خَلق (ظاہری حسن) اور خُلق (باطنی حسن) میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر فضیلت لے گئے اور کوئی علم و کرم میں آپ کے (مرتبہ کے) قریب نہ پہنچ سکا۔"

اخلاق کی اصطلاحی تعریف

اخلاق کی کوئی متعین اصطلاحی تعریف نہیں، علماء نے اپنے اپنے انداز میں اس کی تعریفات بیان کی ہیں، جن میں چند ایک ذیل میں ذکر کی گئی ہیں تاکہ اخلاق کے مفہوم کو سمجھا جاسکے۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ حقیقت خلق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

الْخُلُقُ مَلَكَةٌ نَفْسَانِيَّةٌ يَسْهَلَ عَلَى الْمُتَّصِفِ بِهَا الْإِتْيَانُ بِالْأَفْعَالِ الْجَمِيلَةِ، وَ اعْلَمُ أَنَّ الْإِتْيَانَ بِالْأَفْعَالِ الْجَمِيلَةِ غَيْرٌ وَ سَهُولَةَ الْإِتْيَانِ بِهَا غَيْرٌ فَالْحَالَةُ الَّتِي بِاعْتَبَارِهَا تُحْمَلُ تِلْكَ السَّهُولَةِ هِيَ الْخُلُقُ [3]

"خلق نفس کی اس استعداد کو کہا جاتا ہے کہ جو شخص اس سے متصف ہو، اس کے لیے اچھے کاموں کو بجالانا آسان ہو جاتا ہے اور جان لیجئے کہ اچھے کاموں کا بجالانا ایک چیز ہے اور انہیں آسانی سے بجالانا دوسری چیز ہے۔ پس جب اچھے کام آسانی سے سرانجام دیئے جانے لگیں تو اس وقت وہ خلق کہلائیں گے۔"

یعنی جس طرح آنکھ بے تکلف دیکھتی ہے، کان بے تکلف سنتے ہیں، زبان بے تکلف بولتی ہے اسی طرح سخاوت، شجاعت، حیا، حق گوئی، تقویٰ وغیرہ کسی تردد اور تکلف کے بغیر صدور پذیر ہونے لگیں تو اس وقت ان اُمور کو اخلاق شمار کیا جائے گا۔ لہٰذا انسان سے اوصافِ حمیدہ کا بلاتردد صادر ہونا خلق کہلاتا ہے۔

علامہ جُرجانی رحمۃ اللہ علیہ نے اخلاق کی تعریف یوں کی ہے:

الخلق عبارة عن هيئة للنفس راسخة تصدر عنها الافعال بسهولة و يسر من غير حاجة الى فكر ورؤية[4]

"اخلاق نفس کی اس ہیئت کا نام ہے جو راسخ ہو اور اس سے افعال کا صدور غور و فکر کی حاجت کے بغیر سہولت اور آسانی کے ساتھ ہو۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اخلاق کا اطلاق صرف ان افعال پر ہوگا جو کسی تنگی سوچ و بچار اور اپنی کسی غرض و غایت کے بغیر ہوں۔ اس بات کا اظہار لفظ "راسخة" سے ہو رہا ہے، جیسا کہ علامہ جرجانی اس بات کی وضاحت میں کہتے ہیں کہ لفظ "راسخة" کی قید اس لیے لگائی ہے تاکہ اس سے وہ افعال خارج ہو جائیں جو کسی غور و فکر کی حاجت کے ساتھ وقوع پذیر ہوتے ہیں یا کسی وجہ سے صاحب خلق انسان کی نفی نہ ہو جائے مثلاً اگر ایک بندہ فطرتاً کنجوس ہے مگر کسی نذر کی ادائیگی کے لیے یا نیک نامی کی خاطر وہ مال خرچ کرتا ہے تو اس عمل کے باوجود اس کا

یہ مال خرچ کرنا اس کا اخلاق نہیں کہلائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی بندہ سخی ہے لیکن کسی مجبوری یا امر مانع کی وجہ سے وہ مال خرچ نہیں کر پا رہا تو اب اسے کنجوس کہنا مناسب نہیں ہو گا بلکہ اب بھی سخاوت اس کا خلق ہے اگرچہ یہ فعل اب اس سے صادر نہیں ہو رہا۔[5]

علامہ محمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ خلق کی تعریف میں فرماتے ہیں

ھی ملکة تصدر بھا عن النفس الافعال بسھولة من غیر تقدم فکر ورؤیة وتکلّف[6]

"اخلاق سے مراد وہ ملکہ ہے جس سے نفس سے افعال صادر ہوتے ہیں بغیر کسی پیشگی سوچ بچار، دیکھ بھال اور تکلف کے۔"

ان تعریفات سے واضح ہوتا ہے کہ انسان سے اوصاف حمیدہ کا بلاتردد و تکلف، سہولت اور آسانی کے ساتھ، بغیر کسی پیشگی سوچ بچار اور غور و فکر صادر ہونے کا نام "اخلاق" ہے۔

اخلاق کی اہمیت وافادیت

اسلام میں حسن اخلاق کی اہمیت وافادیت کو متعدد اسالیب سے واضح کیا گیا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کو خلق عظیم کی رفعتوں پر فائز ہیں، چنانچہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَ اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ[7]

"اور بے شک آپ (ﷺ) عظیم اخلاق پر ہو۔"

نبی اکرم ﷺ نے اپنے بعثت کے مقاصد بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

" إِنَّمَا بُعِثْتُ لأتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ".[8]

"مجھے صرف اس لیے مبعوث کیا گیا ہے کہ میں اخلاقی کمالات کو پایہ تکمیل تک پہنچادوں۔"

معلوم ہوا جس شخص نے اخلاق عالیہ کو اپنالیا اُس نے تعلیماتِ نبوی ﷺ کو اپنالیا۔

حسن اخلاق سے مزین شخص کو بہترین شخص قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ مِنْ خِيَارِكُمْ أَحْسَنَكُمْ أَخْلَاقًا"[9]

"تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔"

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَا شَيْءٌ أَثْقَلُ فِي مِيزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ خُلُقٍ حَسَنٍ وَإِنَّ اللَّهَ لَيُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيءَ"[10]

"قیامت کے دن مومن کے میزان میں اچھے اخلاق سے بھاری کوئی چیز نہیں ہو گی اور بے شک اللہ تعالیٰ بے حیا اور بد اخلاق سے دشمنی رکھتا ہے۔"

غور فرمائیے جس شخص سے اللہ تعالیٰ دشمنی رکھے اور جو اللہ تعالیٰ کا مبغوض ٹھہرے، اُسے کہاں پناہ ملے گی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"ألا أُخْبِرُكُمْ بأحبِّكم إليَّ وأقربِكم مِنِّي مجلسًا يومَ القيامةِ؟ فَأَعَادَهَا مَرَّتَينِ أَو ثَلاثًا،قَالُوْا نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللهِ ! قَالَ : أَحْسَنُكُمْ خُلُقًا"[11]

"کیا میں تمہیں اس شخص کے متعلق نہ بتاؤں جو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے اور قیامت کے دن میرے سے زیادہ قریب ہوگا؟ آپ نے یہ بات دو یا تین مرتبہ دہرائی۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا کہ ہاں! یارسول اللہ ﷺ!، فرمائیے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔"

حضور اکرم ﷺ نے کامل ترین ایمان والا اس شخص کو قرار دیا جس کے اخلاق اچھے ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

" إِنَّ مِنْ أَكْمَلِ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَأَلْطَفُهُمْ بِأَهْلِهِ "[12]

"بے شک اہل ایمان میں کامل ترین ایمان والا وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں اور جو اپنے گھر والوں سے سب سے زیادہ نرمی کرنے والا ہو۔"

متذکرہ بالا آیات واحادیث سے اسلام میں حسن اخلاق کی اہمیت وافادیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اللہ رب العزت نے اپنے محبوب ﷺ کی جن کی حیات مقدسہ ساری انسانیت کے لیے اسوہ کامل ہے کو خلق عظیم کے مرتبے پر فائز کیا ہے۔ دنیا میں آپ کی تشریف آوری کا مقصد اخلاق عالیہ کی تکمیل ہے۔ جس شخص کا اخلاق سنور گیا وہی لوگوں میں سب سے بہتر اور کامل ترین ایمان والا ہے، وہی رسول اکرم ﷺ کا محبوب و مقرب ہے، اور قیامت کے دن اُسی کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگا۔ لیکن جس کا اخلاق نہ سنورا وہ حقیقت دین سے کوسوں دور اور حلاوتِ ایمان سے محروم رہا۔

اخلاق کا دائرہ کار

اخلاق کا دائرہ ہر اس کام تک وسیع ہے جو اچھے کام یا اوصاف حمیدہ میں شمار ہوتا ہے۔ یعنی ہر اچھا کام اخلاق میں شامل ہے، حسن اخلاق اپنانے سے مراد یہ ہے کہ انسان ہر اچھے کام کو اپنا لے۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ یہ فرماتے ہیں:

"وَيَدْخُلُ فِي حُسْنِ الْخُلُقِ التَّحَرُّزُ مِنَ الشُّحِّ وَالْبُخْلِ وَ الْغَضَبِ وَ التَّشَدُّدِ فِي الْمُعَامَلَاتِ وَ التَّحَبُّبُ إِلَى النَّاسِ بِالْقَوْلِ وَالْفِعْلِ وَ تَرْكُ التَّقَاطِعِ وَ الهِجْرَانِ۔۔۔الخ"۔[13]

"حسن خلق میں کنجوسی، بخل اور غصہ سے بچنا بھی شامل ہے اور معاملات میں تشدد سے پرہیز کرنا، قول اور فعل میں لوگوں سے محبت کا معاملہ کرنا، قطع تعلقی اور لوگوں کو چھوڑنے سے بچنا، یہ سب چیزیں شامل ہیں۔"

اس سے واضح ہو رہا ہے کہ اخلاق حسنہ کا دائرہ ہر اس چیز کو محیط ہے جسے حسن باطن یا اوصاف حمیدہ کہا جا سکتا ہے۔

اخلاق اور معاشرہ کا باہمی تعلق

حسنِ اخلاق اور معاشرہ ایک دوسرے سے گہرا اور ناگزیر تعلق رکھتے ہیں، کیونکہ معاشرہ دراصل افراد کا مجموعہ ہوتا ہے اور افراد کے اخلاقی رویّے ہی معاشرے کے مجموعی کردار کو تشکیل دیتے ہیں۔ جب افراد سچائی، دیانت داری، ہمدردی، اخلاص، بردباری اور احترامِ انسانیت جیسے اوصاف اختیار کرتے ہیں تو معاشرہ امن، تعاون، انصاف اور اعتماد کا گہوارہ بن جاتا ہے، جبکہ جھوٹ، بددیانتی، حسد اور عدم برداشت جیسی برائیاں معاشرتی انتشار، بے اعتمادی اور بے سکونی کو جنم دیتی ہیں۔ حسنِ اخلاق نہ صرف افراد کے درمیان باہمی تعلقات کو مضبوط کرتا ہے بلکہ سماجی سطح پر امن و استحکام پیدا کر کے معاشرے کو ترقی اور خوش حالی کی طرف لے جاتا ہے۔ اسی طرح معاشرہ بھی اپنی اقدار، قانون اور مجموعی اخلاقی فضا کے ذریعے افراد کے کردار کو متاثر کرتا ہے، اس لیے فرد اور معاشرہ دونوں کی اصلاح کا سب سے مؤثر ذریعہ اخلاقی تربیت ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے حسنِ اخلاق معاشرتی زندگی کی بنیاد ہے، اور نبی کریم ﷺ کی سیرت اس باہمی تعلق کی بہترین عملی مثال ہے۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ حسنِ اخلاق سے مزین افراد ہی ایک بہترین، پُرامن اور متوازن معاشرہ تشکیل دیتے ہیں، جبکہ معاشرے کی اصلاح بھی افراد میں اعلیٰ اخلاقی قدروں کے فروغ سے ممکن ہوتی ہے۔

جدید معاشرت کے چیلنجز اور حسن اخلاق کی ضرورت

آج کی جدید معاشرت میں ٹیکنالوجی اور سوشل میڈیا کا بے تحاشا استعمال، مادہ پرستی، مقابلہ بازی اور انفرادیّت میں اضافے، خاندانی نظام کی کمزوری، اعتماد کی کمی، عدم برداشت اور نفسیاتی دباؤ، معاشی عدم مساوات اور سماجی بے یقینی اخلاقی لحاظ سے نئے بحران پیدا کرتی ہیں۔ ایسے ماحول میں حسنِ اخلاق کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے۔ ذیل میں اسلام کے حسن اخلاق کے مظاہر میں سے چند اہم چیزیں ذکر کی جاتی ہیں جنہیں اپنا کر جدید معاشرت کے چیلنجز کا مقابلہ نہ صرف مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔

1۔ عفو و درگزر:

حسن اخلاق کا ایک پہلو مخالف سے انتقام نہ لینا اور اس پر غلبہ پانے کے بعد اسے معاف کر دینا ہے۔ چونکہ انتقام لینے والا اپنے نفس کے آگے جھک رہا ہوتا ہے اور معاف کرنے والا اپنے نفس پر غلبہ پا کے اپنے رب کے آگے جھک رہا ہوتا ہے اور غلبہ پانے کے بعد اسے معاف کر کے گویا اپنے غلبہ کی زکوۃ دے رہا ہوتا۔ ہے اس لیے رسول کریم ﷺ کو عفو و درگزر بہت پسند تھا۔ آپ نے فرمایا:

مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَ هُوَ يَقْدِرَ عَلَى إِنْفَاذِهِ مَلَاءَ اللَّهُ قَلْبَهُ آمَنًا وَ إِيْمَانًا [14]

"جو انسان اپنا غصہ نکالنے پر قادر ہو، پھر وہ (اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے) اپنا غصہ پی جائے تو اللہ تعالی اس کے دل کو امن اور ایمان سے بھر دیتا ہے۔"

یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے کبھی اپنی ذات کے لئے انتقام نہیں لیا۔ آپ کے اخلاق کا ایک مظہر یہ ہے:

وَلَا انْتَقَمَ لِنَفْسِهِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا أَن تُنتَهَكَ حُرُمَاتُ اللَّهِ فَيَكُونُ لِلَّهِ يَنتَقِمُ [15]

"آپ نے کبھی اپنی ذات کے لئے انتقام نہیں لیا۔ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی حرمت کو پامال کیا جائے تو تب آپ اللہ کے لئے انتقام لیتے تھے۔"

آپ کی پوری زندگی اس پر شاہد ہے کہ آپ نے کبھی اپنی ذات کے لئے انتقام نہیں لیا اور عفو و در گزر سے کام لیا۔ غزوہ احد کے موقع پر جب آپ ﷺ کا چہرہ مقدس زخمی ہو گیا، خون آپ کے روئے زیبا پر بہنے لگا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لیے یہ بہت دکھ اور کرب کا موقع تھا۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کاش! آپ ان کے برباد ہونے کی دعا فرما دیتے تو آپ نے فرمایا

إِنِّي لَمْ أَبْعَثْ لَعَّانًا وَلَكِنِّي بُعِثْتُ دَاعِيًا وَرَحْمَةً اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِي أَوْ اهْدِ قَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ[16]

"مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ مجھے داعی اور رحمت بنا کر مبعوث کیا گیا ہے۔ اے اللہ! میری قوم کو بخش دے، یا آپ نے عرض کیا کہ اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے دے کیونکہ وہ جانتے نہیں ہیں۔"

لیکن غزوہ خندق کے موقع پر دشمنوں سے دفاع کرتے وقت آپ کی نماز عصر قضا ہوئی تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا:

اللَّهُمَّ امْلَاءُ بُطُونَهُمْ نَارًا حَبَسُونَا عَنِ الصَّلَوٰةِ الْوُسْطَى[17]

"اے اللہ! ان کے پیٹوں کو آگ سے بھر دے جنہوں نے ہمیں نماز عصر نہیں پڑھنے دی۔"

حضور اکرم انے جب بھی انتقام لیا، حدود الٰہی کی پامالی پر لیا۔ اپنی ذات کے لئے کبھی انتقام نہیں لیا۔ مکہ والوں نے آپ ﷺ کی ذات اقدس اور دیگر اہل اسلام پر طرح طرح کے ظلم و ستم ڈھائے تھے۔ انہیں مختلف طریقوں سے جبر و تشدد کا نشانہ بنایا تھا۔ وہی مکہ والے فتح مکہ کے دن خوف اور بے قراری کی حالت میں آپ ﷺ کے حکم کے منتظر تھے، لیکن حضور ﷺ ان کے ظلم و ستم اور جبر و تشدد کا ذکر تک اپنی زبان مبارک پر نہیں لائے ۔جب وہ خوف و ہراس کے عالم میں گردنیں جھکائے آپ ﷺ کے حکم کے منتظر تھے تو آپ نے ان سے پوچھا کہ اے لوگو! تمہارا کیا خیال ہے، میں تم سے کیسا سلوک کرنے والا ہوں؟ انہوں نے کہا "انتَ كَرِيمٌ وَ ابْنُ أَخٍ كَرِيم" (آپ کریم ہیں اور کریم بھائی کے صاحبزادے ہیں۔)، آپ ﷺ نے فرمایا: میں آپ سے وہی کہتا ہوں جو

بات میرے بھائی یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہی تھی "إِذْهَبُوا فَانْتُمُ الطَّلَقَاءُ"[18] جاؤ تم سب آزاد ہو۔ اگر آپ اپنی ذات کے لئے انتقام لیتے تو اس موقع پر انہیں معاف نہ کیا جاتا بلکہ نشان عبرت بنادیا جاتا۔ جب آپ نے عفوِ عام کا یہ اعلان فرمایا تو ان کی گردنیں تو آزاد ہو گئیں لیکن ان کے دل آپ کے جمال کے قیدی ہو گئے اور انہوں نے کئی نسلوں سے اپنایا ہوا شرک چھوڑا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ آج کی جدید معاشرت جہاں شدت پسندی، عدم معافی اور قتل وغارت کا رجحان پایا جاتا ہے، حسن اخلاق کے اس پہلو سے معاشرے عفوودرگزر کے فروغ سے اس شدت پسندی کے رجحان پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

2۔ صلہ رحمی اور تعلق جوڑنا

حسن اخلاق کا ایک پہلو "صلہ رحمی کرنا اور تعلق جوڑنا" ہے۔ صلہ رحمی سے مراد رشتوں کو ٹوٹنے سے بچانا اور ان کے درمیان تعلقات کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرنا ہے۔ اور تعلق جوڑنے سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص آپ سے تعلق توڑنا بھی چاہے تو آپ اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ اس طرح کریں کہ وہ تعلق ٹوٹنے سے بچ جائے تعلق توڑنے والے سے تعلق جوڑنا اور اس میں اپنی انا کو رکاوٹ نہ بننے دینا، یہ اعلیٰ اخلاق کا مظہر ہے۔ اس لیے کہ اگر کوئی شخص تعلقات قائم رکھنا چاہے تو اس سے تعلق قائم رکھنا کوئی مشکل نہیں ہوتا، وہ تو ایک طرح کی تجارت ہے کہ جوڑنے کے جواب میں جوڑنا اور توڑنے کے جواب میں توڑنا۔ لیکن توڑنے کے جواب میں جوڑنا، یہ اعلیٰ اخلاق حسنہ کا مظہر ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی شخصیت کی عظمت کا ایک پہلو یہ تھا کہ آپ صرف اس کے ساتھ تعلقات مستحکم نہیں فرماتے تھے جو آپ سے تعلقات مستحکم کرنا چاہتا تھا بلکہ جو شخص آپ ﷺ سے تعلق توڑنا چاہتا، آپ اس سے بھی اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ فرماتے کہ وہ تعلق ٹوٹنے سے بچ جاتا اور نفرتوں کی بجائے محبتیں پروان چڑھتیں۔ آپ ﷺ نے اہل ایمان کو بھی صلہ رحمی اور تعلق جوڑنے کی تعلیم دی، حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

" لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ، وَلَكِنِ الْوَاصِلُ الَّذِي إِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا"[19]

"بدلے میں جوڑنے والا، جوڑنے والا نہیں ہوتا۔ اصل میں جوڑنے والا وہ ہوتا ہے کہ جب اس سے قطع تعلقی کی جائے تو وہ پھر بھی تعلق جوڑے۔"

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" لَا تَكُونُوا إِمَّعَةً، تَقُولُونَ: إِنْ أَحْسَنَ النَّاسُ أَحْسَنَّا وَإِنْ ظَلَمُوا ظَلَمْنَا، وَلَكِنْ وَطِّنُوا أَنْفُسَكُمْ، إِنْ أَحْسَنَ النَّاسُ أَنْ تُحْسِنُوا وَإِنْ أَسَاءُوا فَلَا تَظْلِمُوا "[20]

"تم کمزور رائے والے نہ ہو جاؤ کہ تم کہو کہ اگر لوگ ہمارے ساتھ بھلائی کریں گے تو ہم بھی بھلائی کریں گے اور اگر ہو وہ ہم پر ظلم کریں گے تو ہم بھی اُن پر ظلم کریں گے، بلکہ اپنے آپ کو اس بات پر آمادہ کرو کہ اگر لوگ تمہارے ساتھ احسان کریں تو تم بھی احسان کرو، اور اگر بد سلوکی کریں تو تم ظلم نہ کرو"۔

آپ ﷺ نے تعلق جوڑنے کو سب سے افضل عمل قرار دیتے ہوئے فرمایا

إِنْ أَفْضَلَ الْفَضَائِلِ أَنْ تَصِلَ مَنْ قَطَعَكَ وَ تُعْطِي مَنْ حَرَمَكَ وَ تَصْفَحَ عَمْنُ شَتَمَكَ [21]

"بے شک فضیلت والے کاموں میں سب سے زیادہ فضیلت والا کام یہ ہے کہ تو اس شخص سے تعلق جوڑے جو تجھے سے تعلق توڑے، تو اسے عطا کرے جو تجھے محروم کرے اور تو اسے معاف کرے جو تجھ پر دشنام طرازی کرے۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! میرے بعض رشتہ دار ایسے ہیں کہ میں ان سے تعلق جوڑتا ہوں، وہ مجھ سے تعلق توڑتے ہیں۔ میں ان سے بھلائی کرتا ہوں، وہ میرے ساتھ برائی کرتے ہیں۔ میں ان سے بردباری سے پیش آتا ہوں، وہ میرے ساتھ جہالت آمیز سلوک کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے اس شخص کی بات سن کر فرمایا:

"لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ، فَكَأَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللَّهِ ظَهِيرٌ عَلَيْهِمْ مَا دُمْتَ عَلَى ذَلِكَ"[22]

"اگر بات ایسے ہی ہے جیسے تم نے کہی تو تم انہیں جلتی ہوئی راکھ کھلا رہے ہو، اور جب تک تم ایسا ہی کرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف ان کے مقابلہ میں تمہارا ایک مددگار رہے گا۔"

آپ ﷺ نے صلہ رحمی کو خیر وبرکت اور قطع رحمی کو رحمت خداوندی سے محرومی کا سبب قرار دیا چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ، أَوْ يُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ، فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ" [23]

"جو شخص یہ چاہے کہ اس کے رزق میں کشادگی ہو اور اس کی عمر دراز ہو تو اسے چاہیے کہ صلہ رحمی کرے۔"

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ آج کوئی قطع تعلقی کرنے والا ہمارے پاس نہ بیٹھے چنانچہ ایک نوجوان اس مجلس سے اٹھا، اس کا اپنی خالہ کے ساتھ کسی بات پر جھگڑا ہو گیا تھا۔ اس نے اپنی خالہ سے معذرت کی اور پھر وہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا

"إِنَّ الرَّحْمَةَ لَا تُنَزلُ عَلَى قَوْمٍ فِيهِمْ قَاطِعِ رَحْم" [24]

"بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت اس قوم پر نازل نہیں ہوتی جس میں کوئی قطع تعلقی کرنے والا موجود ہو۔"

جدید معاشرت میں مصروفیت، خود غرضی اور مادی فوائد کے زیر اثر خاندانی نظام کمزور پڑ گیا ہے۔ رشتہ داروں میں ناراضگی اور ناچاقیاں عام ہیں اور برسوں رشتہ دار ایک دوسرے کا چہرہ تک نہیں دیکھتے اور بسا اوقات ناراضگی اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ رشتہ دار ایک دوسرے کا جنازہ تک نہیں پڑھتے۔ ایسے میں اسلام کا تصور صلہ رحمی اور تعلق کو جوڑنا کو فروغ دیا جائے اس پر عمل کرتے ہوئے اسے اپنے کردار اور معاشرت کا حصہ بنایا جائے تو خاندانی نظام پھر سے مضبوط ہو سکتا ہے اور رشتوں میں محبت اور چاہت کی بہاریں پھر سے آسکتی ہیں۔

3۔ جذبہ خیر خواہی

نبی کریم ﷺ کے اخلاق حسنہ کا ایک پہلو جذبہ خیر خواہی بھی ہے۔ اور سے مراد یہ نہیں کہ خیر خواہی صرف اسی سے کی جائے جو آپ کا خیر خواہ ہو اور اس کی خیر نہ چاہی جائے جو آپ کی خیر نہ چاہے بلکہ جو آپ کا خیر خواہ ہو اس کی بھی خیر چاہی جائے اور جو آپ کا بدخواہ ہو اس کی بھی خیر چاہی جائے۔ اس لیے کہ خیر خواہی سوداگری یا تجارت نہیں ہے بلکہ اخلاق حسنہ کی پکار ہے۔ رسول کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جن اخلاق عالیہ کا پیکر تمام بنایا ہے، ان کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ آپ ہر حال میں خیر خواہی کا معاملہ فرماتے تھے۔ جو آپ کے خیر خواہ تھے، آپ ﷺ ان کی بھی خیر خواہی چاہتے تھے، اور جو آپ ﷺ کے خون کے پیاسے تھے، آپ ﷺ ان کی ہدایت کے لیے بھی تڑپتے رہتے تھے۔ قریش مکہ اس وقت تک آپ کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان رہے، جب تک آپ نے نبوت کا اعلان نہیں فرمایا۔ جب تک آپ نے انہیں اسلام کی دعوت نہیں دی، وہ آپ کو صادق اور امین کہتے رہے، آپ کی پاکباز شخصیت کو ایک آئیڈیل نوجوان کے طور پر پیش کرتے رہے اور آپ کی عفت و پاکدامنی کے گن گاتے رہے لیکن جوں ہی حضور نبی کریم ﷺ نے انہیں توحید کی دعوت دی تو ان کے لیے رسم ورواج کو چھوڑنا، آبا پرستی کے خول سے باہر آنا اور اپنے مفادات کو حق کے لئے قربان کرنا بہت ہی مشکل تھا، اس لیے انہوں نے نہ صرف آپ کی دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا بلکہ آپ کے شدید ترین دشمن ہو گئے اور ان کا تعصب اس حد تک پہنچ گیا کہ وہ تباہ و برباد ہونا تو قبول کر سکتے تھے لیکن آپ ﷺ کی دعوت کو قبول نہیں کر سکتے تھے۔ قرآن کریم ان کے تعصب اور عناد کو بیان کرتے ہوئے بتاتا ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے غلاف کعبہ کو تھام کے یوں دعا مانگی:

"اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ"[25]

"اے اللہ! اگر یہی تیرے ہاں حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسادے یا ہم پر کوئی دردناک عذاب بھیج دے۔"

اس سے واضح ہو رہا ہے کہ انہیں حضور اکرم ﷺ سے اس قدر بغض اور عناد تھا کہ وہ آپ ﷺ کی بات ماننے کی بجائے تباہ و برباد ہونے کو ترجیح دیتے تھے، لیکن ان کے اس تعصب اور عناد کے باوجود حضور نبی کریم ﷺ ان کی خیر خواہی چاہتے تھے اور آپ ان کی ہدایت کے لیے اس قدر مضطرب اور بے قرار رہتے تھے کہ اللہ تعالی نے حضور اکرم سے فرمایا:

"لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ"[26]

"شاید آپ اپنی جان پر کھیل جائیں گے اس وجہ سے کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔"

یہ جذبہ خیر خواہی کا نقطہ کمال کہ آپ ﷺ خون کے پیاسوں کی بہتری اور ہدایت کے لئے اس قدر مضطرب اور پریشان رہتے تھے کہ جیسے اس غم میں اپنی جان کی بازی لگا دیں گے۔

غزوہ اُحد کے موقع پر آپ کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا۔ تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا"لَوْ دَعَوْتَ عَلَيْهِمْ"کاش! آپ ان کی تباہی کے لیے دعا فرماتے تو آپ نے فرمایا:

إِنِّي لَمْ أَبْعَثْ لَعَّانًا وَلَكِنِّي بُعِثْتُ دَاعِيًا وَرَحْمَةً اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِي أَوْ اهْدِ قَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ[27]

" مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ مجھے داعی اور رحمت بنا کر مبعوث کیا گیا ہے۔ اے اللہ! میری قوم کو بخش دے، یا آپ نے عرض کیا کہ اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے دے کیونکہ وہ جانتے نہیں ہیں۔"

حضور نبی رحمت ﷺ کی پوری حیات مبارکہ جذبہ خیر خواہی کا پیکر تمام ہے۔ آپ ﷺ نے طائف میں پتھر مارنے والوں کی بھی خیر چاہی اور راہ میں کانٹے بچھانے والوں کی بھی۔ آج کی جدید معاشرت میں جہاں مادیت کا غلبہ ہے اور رشتے اور تعلقات بھی تجارت بن گئے ہیں ایسے میں حسن اخلاق کے اس پہلو "جذبہ خیر خواہی" کو معاشرے میں عام کیا جائے اور اپنے کردار و عمل کا حصہ بنایا جائے تو یقیناً اس کے ہماری معاشرت پر مثبت اثرات مرتب ہوگیں۔

4۔ مروت و مدارت کا التزام

نبی کریم ﷺ کے اخلاق حسنہ کا ایک مظہر مروت و مدارات کا التزام ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ انسان کو کسی بھی ذی روح سے کوئی معاملہ کرتے ہوئے، اخلاقی قدروں کو پامال نہیں کرنا چاہیے۔ رسول کریم ﷺ نے کسی بھی ذی روح، یہاں تک کہ کسی انتہائی برے انسان اور اپنے دشمن سے بھی معاملہ کرتے ہوئے اخلاق اقدار کی بھرپور رعایت فرماتے تھے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی انسان کی کسی انسان سے دشمنی ہے اور دشمنی میں نوبت قتل و غارت تک جا پہنچی ہے، تو اس معاملہ کی قباحت اپنی جگہ پر لیکن اختلاف اور دشمنی میں بھی اخلاقی حدود کی پابندی کرنی چاہیے۔ انسان تو آخر انسان ہوتا ہے، وہ تمام تر اختلافات کے باوجود بحیثیت انسان قابل

احترام ہوتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے تو جانوروں کے معاملہ میں بھی اخلاقی اقدار کی پاسبانی کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ حضرت شداد بن اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ فَإِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتَلَةَ وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذِّبْحَةَ وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ وَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ"[28]

"بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر معاملہ میں حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ یہاں تک کہ اگر تم کسی کو قتل کرو تو قتل میں بھی احسان کو ملحوظ خاطر رکھو۔ اور اگر جانور کو ذبح کرو تو اسے عمدگی سے ذبح کرو اور تم میں سے کوئی بھی ہو، ذبح کرنے سے پہلے اپنی چھری کو تیز کرلے اور اپنے ذبیحہ کو راحت پہنچائے۔"

اس سے مراد یہ ہے کہ اگر نوبت قتل تک بھی پائی جائے تو قتل کا حسن قبح اپنی جگہ پر۔ اس موقع پر بھی مروت سے کام لینا چاہیے کہ اسے وار کرکے قتل کردو۔ ایسا نہ ہو کہ پہلے اس کے ہاتھ کاٹو، پھر پاؤں اور اسے تڑپا تڑپا کے مارو۔ اور یہ بھی نہ ہو کہ کسی کو اس کے بچوں کے سامنے لاکر قتل کیا جائے۔ یہ تمام چیزیں مروت کے خلاف ہیں۔ جانور کو ذبح کرنا ہو تو کند چھری سے ذبح نہ کرو، تاکہ اسے زیادہ تکلیف نہ ہو۔ چھری تیز ہونی چاہیے اور یہ کہ جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح نہ کیا جائے اور ذبح کرنے سے پہلے پانی پلایا جائے۔ یہ تمام چیزیں مروت میں شمار ہوتی ہیں اور رسول کریم ﷺ نے مروت کی بہت تاکید فرمائی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو ایک بکری کی گردن پر پاؤں رکھ کر اپنی چھری تیز کررہا تھا اور وہ اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا:

"أَفَلَا قَبْلَ هَذَا أَوْ تُرِيدُ أَنْ تُمِيتَهَا مَوْتَتينِ"[29]

"تونے یہ کام پہلے کیوں نہ کرلیا؟ کیا تو اسے دو مرتبہ مارنا چاہتا ہے؟"

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مثلہ کرنے سے منع فرمایا کیونکہ مقتول کا مثلہ کرنا مروت اور اخلاقی اقدار کا قتل ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ مَثَّلَ بِذِي رُوحٍ ثُمَّ لَمْ يَتُبْ مَثَّلَ اللَّهُ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ[30]

"جس نے کسی ذی روح کا مثلہ کیا۔ پھر اس نے توبہ نہ کی تو اللہ تعالی قیامت کے دن اس کا مثلہ کردے گا۔"

رسول کریم ﷺ نے مدارات کی تلقین فرمائی لیکن مداہنت سے منع فرمایا۔ مدارات سے مراد یہ ہے کہ انسان باطل کے لئے ایسی نرمی نہ دکھائے کہ وہ حق سے انحراف کرے۔ یعنی حق کے ساتھ مکمل وابستگی رکھتے ہوئے اخلاقی حدود کی پاسداری مدارات کہلاتی ہے اور باطل سے ایسی نرمی کہ انسان باطل کو خوش کرنے کے لئے حق سے انحراف کرلے مداہنت کہلاتا ہے۔

کسی کو بھوکا پیاسا رکھ کے اور اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کے اسے قتل کرنا، مدارات کے خلاف ہے اور حضور اکرم ﷺ کے اخلاق عالیہ مدارات کی تعلیم دیتے ہیں کہ دشمنی بھی اخلاقی حدود و قیود کی پابند ہونی چاہیے۔ حضور اکرم ﷺ اس قدر مروت و مدارات کی تلقین فرماتے اور انسان کی عزت نفس کا اس قدر خیال رکھتے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں:

" كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا بَلَغَهُ عَنِ الرَّجُلِ الشَّيْءُ، لَمْ يَقُلْ: مَا بَالُ فُلَانٍ يَقُولُ، وَلَكِنْ يَقُولُ: مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَقُولُونَ كَذَا وَكَذَا " [31]

"جب رسول کریم ﷺ کے پاس کسی شخص کی کوئی شکایت پہنچتی تو آپ یہ کبھی نہیں فرماتے تھے کہ فلاں شخص کو کیا ہو گیا ہے کہ اس نے ایسا کہا ہے، بلکہ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اس اس طرح کہتے ہیں۔"

آپ ﷺ کا طرز عمل مروت و مدارات کی اعلی ترین صورت کا مظہر ہے کہ آپ ﷺ نے کسی شخص کا نام نہ لے کر اس کی عزت نفس کو بھی ملحوظ خاطر رکھا اور عمومی انداز میں بات کر کے اس کی اصلاح بھی فرمادی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں ایک مرتبہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضری کی اجازت چاہی اور میں بھی حضور اکرم ﷺ کے پاس موجود تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ اپنے قبیلے کا بہت برا آدمی ہے، پھر اسے اجازت مرحمت فرمائی۔ جب وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس سے بہت نرمی سے گفتگو فرمائی۔ جب وہ چلا گیا تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ! آپ نے تو اس طرح فرمایا تھا اور پھر آپ نے اس سے اس طرح نرمی اور ملائمت سے گفتگو فرمائی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

يَا عَائِشَةُ إِنَّ مِنْ شَرِّ النَّاسِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ أَوْ وَدَعَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ فُحْشِهِ [32]

"اے عائشہ ! بے شک لوگوں میں بدترین آدمی وہ ہے جسے اس کی فحش کلامی کے ڈر سے لوگ (اسے) چھوڑ دیں۔"

اس سے واضح ہوتا ہے کہ ایک برے انسان کی تمام برائیاں جانتے ہوئے اور اس سے تمام تر اختلاف کے باوجود بھی اس سے مروت اور شائستگی سے گفتگو کرنا، اخلاق نبوی ﷺ کا ایک اہم پیغام ہے۔ انسان مداہنت سے کام نہ لے لیکن مروت و مدارات کا دامن کبھی نہ چھوڑے، یہی اسلام کا تصورِ حسن اخلاق ہے اور جدید معاشرت میں اس کی انتہائی ضرورت ہے۔

5۔ جدید ابلاغی ذرائع اور اخلاقی چیلنج

جدید دور کے ابلاغی ذرائع جن میں سوشل میڈیا، انٹرنیٹ، الیکٹرانک میڈیا اور ڈیجیٹل پلیٹ فارمز شامل ہیں نے انسانی معاشرت کو ایک عالمی گاؤں میں تبدیل کر دیا ہے۔ لیکن جہاں یہ ذرائع معلومات کی

فراہمی، روابط اور تیز رفتار رابطے کا ذریعہ ہیں، وہیں جھوٹ، بہتان، فتنہ انگیزی، کردار کشی، بد اخلاقی اور بے حیائی وبے راہروی کے فروغ کا بھی سبب بن رہے ہیں۔ اسلام چونکہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، اس لیے اس نے اظہارِ رائے اور ابلاغ کے تمام ذرائع کے لیے اعلیٰ اخلاقی حدود مقرر کی ہیں۔

قرآنِ مجید نے سب سے پہلے جھوٹی، غیر مصدقہ اور فتنہ انگیز خبر کے پھیلانے سے منع فرمایا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ"[33]

"اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو کہ کہیں کسی قوم کو انجانے میں تکلیف نہ دے بیٹھو پھر اپنے کئے پر شرمندہ ہونا پڑے۔"

یہ حکم آج کے سوشل میڈیا ماحول پر مکمل طور پر صادق آتا ہے جہاں بغیر تحقیق کے جھوٹی خبریں فارورڈ کی جاتی ہیں۔ اسی طرح قرآن نے بے سوچے سمجھے ہر قسم کی خبر پھیلانے کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

"وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ ٱلْأَمْنِ أَوِ ٱلْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ"[34]

"اور جب اُن کے پاس کوئی بات اطمینان یا ڈر کی آتی ہے اس کا چرچا کر بیٹھتے ہیں۔"

یہ آیت ان لوگوں کے رویے کی نشاندہی کرتی ہے جو سنی سنائی بات آگے پھیلا کر معاشرے میں خوف و فتنہ پیدا کر دیتے ہیں۔ مزید یہ کہ قرآن نے حسنِ کلام کو لازم قرار دیتے ہوئے حکم دیا"وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا"[35] (لوگوں سے اچھی بات کہو۔) یہ اصول، جدید ڈیجیٹل گفتگو، تبصروں اور آن لائن پیغام رسانی میں بھی اتنا ہی ضروری ہے۔ احادیث نبوی ﷺ نے بھی اس پہلو سے ابلاغ کے اخلاقی ضابطوں کو نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے خبر کو بغیر تحقیق آگے پھیلانے کو جھوٹ قرار دیتے ہوئے فرمایا:

"كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ"[36]

"آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات آگے بیان کرے۔"

یہ حدیث آج کے سوشل میڈیا فارورڈ کلچر کے لیے واضح تنبیہ ہے۔ کہ آج لوگ سوچے سمجھے بغیر اور اس مضمرات و نقصانات کو خاطر میں لائے بغیر کسی بھی خبر یا پوسٹ کو آگے شیئر کر دیتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ دین اسلام نے کردار کشی، فتنہ انگیزی، گالم گلوچ اور فحاشی و بے حیائی سے بچنے کی واضح تعلیمات عطا فرمائی ہیں جو جدید معاشرت میں عملی اطلاق کی متقاضی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ"[37]

"وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بُرا چرچا پھیلے ان کے لیے دردناک عذاب ہے دنیا اور آخرت میں"

اہل ایمان مرد وخواتین کو الگ الگ مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:

"قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ لْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَ لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ"[38]

مسلمان مردوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے، بیشک اللہ ان کے کاموں سے خبردار ہے اور مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ وہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنی زینت نہ دکھائیں مگر جتنا (بدن کا حصہ) خود ہی ظاہر ہے اور وہ اپنے دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں۔"

اسی طرح سورہ اسراء میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَ سَآءَ سَبِيْلًا(32) [39]

"اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی برا راستہ ہے۔"

یہ آیات آن لائن بے حیائی، غیر اخلاقی ویڈیوز، تصاویر، مخلوط غیر شرعی روابط اور فحش مواد کے سدباب کا مضبوط اصول فراہم کرتی ہیں۔ آج کے نوجوان جس "ڈیجیٹل بے حیائی" کا شکار ہیں، اسلام اسے سختی سے روکتا ہے کیونکہ یہ فرد، خاندان اور معاشرے تینوں کو تباہ کرتی ہے۔اسی طرح احادیث مبارکہ میں بھی بے حیائی، فحش گوئی اور غیر اخلاقی گفتگو کی شدید مذمت کی گئی ہے اور اس سے اجتناب کی ضمانت پر جنت کی ضمانت دی گئی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ، وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ"[40].

"میرے لیے جو شخص دونوں جبڑوں کے درمیان کی چیز (زبان) اور دونوں ٹانگوں کے درمیان کی چیز (شرمگاہ) کی ذمہ داری دیدے میں اس کے لیے جنت کی ذمہ داری دیتا ہوں۔"

نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان بیک وقت کردار کشی، گالم گلوچ، فتنہ انگیزی اور بے حیائی و بدکاری کا سدباب کرتا ہے، سبحان اللہ! کلام نبوت میں کیا جامعیت اور عصری معنویت ہے؟

آپ ﷺ نے زبان کی حفاظت اور بے حیائی سے بچنے کو مسلمان اور مومن کی علامت قرار دیا چنانچہ ارشاد فرمایا:

" الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ "[41]

"مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں۔" دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا

" لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ، وَلَا اللَّعَّانِ، وَلَا الْفَاحِشِ، وَلَا الْبَذِيءِ "[42]

چونکہ آج کے دور میں زبان سے زیادہ انگلیاں بولتی ہیں، اس لیے آن لائن گفتگو، تبصروں، پوسٹس اور کمنٹس میں بھی انہی اخلاقی حدود کی پابندی کرنی چاہیے۔ جدید ابلاغی چیلنجوں کے حل کی سیرتِ طیبہ میں عملی مثالیں موجود ہیں۔ نبی کریم ﷺ کبھی غیر مصدقہ بات آگے منتقل نہیں فرماتے تھے بلکہ پہلے تحقیق کرتے تھے۔ طائف کے واقعے میں بدزبانی اور تشدد کے باوجود آپ ﷺ نے اخلاق اور دعا سے جواب دیا۔ جس میں نفرت انگیزی کے مقابلے میں اخلاقی اسوہ موجود ہے۔ جبکہ قریش کی پروپیگنڈا مہم اور کردار کشی کے باوجود آپ ﷺ نے بدزبانی کا جواب بدزبانی سے نہیں دیا، بلکہ ہمیشہ کردار، حکمت اور اعلیٰ اخلاق سے جواب دیا۔ آج جدید ابلاغی ذرائع میں جھوٹ، فتنہ، بہتان، گالی گلوچ، پرائیویسی کی خلاف ورزی اور سب سے بڑھ کر بے حیائی کے فروغ جیسے چیلنجز موجود ہیں۔ اسلام ان تمام چیلنجوں کا حل تحقیق، راست گوئی، حسنِ کلام، حیا، پردہ پوشی، ذمہ داری اور ضرر نہ پہنچانے جیسے اصولوں میں رکھتا ہے۔ اگر جدید معاشرہ، خصوصاً نوجوان طبقہ، قرآن و سنت کے ان اخلاقی ضوابط پر عمل کرے تو معاشرہ فتنہ، انتشار، اخلاقی بگاڑ اور بے حیائی کے طوفان سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

خلاصہ بحث

اسلام ایک ایسا ضابطہ حیات ہے جو انسان کی پوری زندگی کے لیے رہنما اصول فراہم کرتا ہے۔ ان اصولوں میں سب سے نمایاں اصول حسنِ اخلاق ہے۔ اسلام میں حسنِ اخلاق کا تصور فرد اور معاشرے دونوں کی تعمیر و اصلاح کا بنیادی ستون ہے۔ قرآن و سنت میں اخلاقی اقدار کو دین کا جوہر قرار دیا گیا اور نبی اکرم ﷺ نے بہترین اخلاق کو اپنی بعثت کا اہم مقصد بتایا۔ جدید معاشرت، جو تیز رفتار زندگی، ٹیکنالوجی کے فروغ، ابلاغی ذرائع کی بہتات، اور ثقافتی تغیرات کے باعث بے شمار اخلاقی چیلنجز سے دوچار ہے، اس کے لیے اسلامی اخلاق کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ چکی ہے۔ موجودہ معاشرے میں عدم برداشت، مادہ پرستی، بے حیائی، شخصیت پرستی، جھوٹ، بے ایمانی، سوشل میڈیا کا منفی استعمال، اور رشتوں میں کمزوری جیسے مسائل نے اجتماعی زندگی کو شدید متاثر کیا ہے۔ حسنِ اخلاق نہ صرف اسلامی تعلیمات کا مرکزی حصہ ہے بلکہ جدید معاشرت کی اخلاقی، سماجی اور ثقافتی مشکلات کا بہترین حل بھی ہے۔ آج کے دور میں افراد، خاندانوں، اداروں اور ریاستی نظام کی مضبوطی کے لیے اسلام کے تصورِ اخلاق کو بنیادی حیثیت دینا، خصوصاً سوشل میڈیا اور الیکٹرانک ذرائع میں ذمہ دارانہ طرزِ عمل اختیار کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ یوں اسلام کا تصورِ حسنِ اخلاق وہ سرچشمہ ہے جو جدید معاشرے کو انتشار سے نکال کر امن، اعتدال، استحکام اور تعمیرِ انسانیت کی راہ پر گامزن کر سکتا ہے۔

حواشی

[1]۔ علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی، القاموس المحیط، بیروت: مؤسسۃ الرسالہ، ص 881

[2]۔ امام راغب اصفہانی، مفردات الفاظ القرآن، مادہ خلق، بیروت: دار الکاتب العربی، ص 159

[3]۔ امام فخر الدین رازی، التفسیر الکبیر، مکتب الاعلام الاسلامیہ، ج 30، ص 81

[4]۔ علامہ سید علی بن محمد الشریف الجرجانی، کتاب معجم التعریفات، بیروت: دار الفضیلۃ، ص 89

[5]۔ علامہ سید علی بن محمد الشریف الجرجانی، کتاب معجم التعریفات، بیروت: دار الفضیلۃ، ص 89

[6]۔ علامہ محمد تھانوی، کشاف اصطلاحات العلوم والفنون، بیروت: مکتبہ لبنان الناشرون، ج 1، ص 762

[7]۔ القلم، 4:68

[8]۔ مسند بزاز، بیروت: المکتبۃ العلمیۃ، ج 10، ص 364

[9]۔ صحیح البخاري، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم الحدیث: 3559

[10]۔ سنن ترمذي، کتاب البر والصلۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب ماجاء في حسن الخلق، رقم الحدیث: 2002

[11]۔ امام عبد القوی المنذری، الترغیب والترھیب، باب ترغیب فی الخلق، بیروت: دار ابن حزم، رقم الحدیث: 3919

[12]۔ سنن ترمذي، کتاب الإیمان عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب ما جاء في استکمال الإیمان وزیادتہ ونقصانہ، رقم الحدیث: 2612

[13]۔ امام فخر الدین رازی، التفسیر الکبیر، ج 30، ص 81

[14]۔ احمد بن عمرو الضحاک، الاحاد والمثانی، دار الرایہ، رقم الحدیث: 2649

[15]۔ امام احمد بن حنبل، مسند امام احمد، بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، ج 4، ص 450

[16]۔ ابو الفضل قاضی عیاض مالکی، الشفاء بتعریف حقوق المصطفی ﷺ، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ج 1، ص 73

[17]۔ مسند احمد بن حنبل، ج 2، ص 436

[18]۔ سیرۃ ابن ہشام، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ج 2، ص 411

[19]۔ صحیح البخاري، کتاب الأدب، باب لیس الواصل بالمکافي، رقم الحدیث: 5991

[20]۔ سنن ترمذي، کتاب البر والصلۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب ماجاء في الإحسان والعفو، رقم الحدیث: 2007

[21]۔ المعجم الکبیر، الموصل: المکتبۃ العلوم والحکم، رقم الحدیث: 413

[22]۔ صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب، باب صلۃ الرحم وتحریم قطیعتھا، رقم الحدیث: 6525

[23]۔ صحیح البخاري، کتاب البیوع، باب من أحب البسط فی الرزق، رقم الحدیث: 2067

[24]۔شعب الایمان، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، رقم الحدیث:7590

[25]۔الانفال،8:32

[26]۔الشعراء،26:3

[27]۔ابو الفضل قاضی عیاض مالکی، الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ج1، ص73

[28]۔سنن نسائی، کتاب الضحایا، باب: حسن الذبح، رقم الحدیث:4417

[29]۔علاؤ الدین علی بن حسام الدین، کنزل العمال، بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، رقم الحدیث:1528

[30]۔مسند احمد، رقم الحدیث:5661

[31]۔سنن ابي داود، کتاب الأدب، باب في حسن العشرة، رقم الحدیث:4788

[32]۔مسند احمد، رقم الحدیث:5661

[33]۔الحجرات،49:6

[34]۔النسآء،4:83

[35]۔البقرۃ2:83

[36]۔ صحیح مسلم، مقدمہ، باب النهي عن الحديث بكل ما سمع، رقم الحدیث:7

[37]۔النور،24:20

[38]۔النور،24:30-31

[39]۔الاسراء،17:32

[40]۔ صحیح البخاري، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، رقم الحدیث:6474

[41]۔ صحیح البخاري، کتاب الإیمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده، رقم الحدیث:10

[42]۔جامع ترمذی، کتاب البر والصلۃ عن رسول اللہ ﷺ، باب ما جاء في اللعنۃ، رقم الحدیث:1977

مصادر و مراجع

القرآن الکریم

ابو الفضل قاضی عیاض مالکی، الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ، بیروت: دار الکتب العلمیہ۔

ابو محمد عبد الملک بن ہشام، سیرۃ ابن ہشام، بیروت: دار الکتب العلمیۃ۔

احمد بن عمرو الضحاک، الاحاد والمثانی، دار الرایہ۔

امام ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق بزار، مسند بزاز، بیروت: المکتبۃ العلمیۃ
امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، المعجم الکبیر، الموصل: المکتبۃ العلوم والحکم۔
امام ابو داوٗد سلیمان بن اشعث، سنن ابی داود، موسوعۃ القرآن والحدیث۔
امام احمد بن حنبل، مسند امام احمد، بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ۔
امام احمد بن شعیب النسائی، سنن نسائی، موسوعۃ القرآں والحدیث۔
امام بیہقی، شعب الایمان، بیروت: دار الکتب العلمیۃ
امام راغب اصفہانی، مفردات الفاظ القرآن، مادہ خلق، بیروت: دار الکاتب العربی۔
امام عبد القوی المنذری، الترغیب والترھیب، بیروت: دار ابن حزم۔
امام فخر الدین رازی، التفسیر الکبیر، مکتب الاعلام الاسلامیہ۔
امام محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح البخاري، موسوعۃ القرآن والحدیث۔
امام محمد بن عیسیٰ ترمذی، سنن ترمذي، موسوعۃ القرآن والحدیث۔
امام مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، موسوعۃ القرآن والحدیث۔
علامہ سید علی بن محمد الشریف الجرجانی، کتاب معجم التعریفات، بیروت: دار الفضیلۃ۔
علامہ سید علی بن محمد الشریف الجرجانی، کتاب معجم التعریفات، بیروت: دار الفضیلۃ۔
علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروزآبادی، القاموس المحیط، بیروت: مؤسسۃ الرسالہ۔
علامہ محمد تھانوی، کشاف اصطلاحات العلوم والفنون، بیروت: مکتبہ لبنان الناشرون۔
علاؤالدین علی بن حسام الدین، کنزل العمال، بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ۔